مسلم قومیت اور نظریہ پاکستان کا ارتقاء

محمد نذیر کاکاخیل

علم سیاسیات کی جہاں اور اصطلاحات تشریح طلب ہیں وہاں قوم اور قومیت کے معنی و مفہوم میں بھی سیاسی مفکرین متفق نظر نہیں آتے۔ اس ابہام کی وجہ سے قومیت کے اندر قومیتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اس صدی کے نصف کے بعد مختلف مفکرین قومیت کے تنگ و محدود دائرے سے نکل کر بین الاقوامیت کی طرف نکل گئے ہیں، تاکہ انسانیت کو امن اور چین کی زندگی نصیب ہو لیکن بدقسمتی سے مشرق کی ترقی پذیر اقوام کا پڑھا لکھا طبقہ مغرب کے دقیانوسی افکار کو جسے خود مغرب خیرباد کہہ رہا ہے، بنیاد بنا کر ان ممالک میں نت نئے انداز سے پیش کر کے ذہنی انتشار و پراگندگی پھیلا رہا ہے۔

جہاں تک مغرب کے تصور قومیت کا تعلق ہے تو اس بات پر تمام مفکرین متفق ہیں کہ قومیت نام ہے ہم آہنگی و یگانگت کے ایک جذبے یا احساس کا۔ جو چند روابط کی بنا پر قوموں کو جنم دیتا ہے۔ لارڈ برائس کے قول کے مطابق :-

"قومیت ایک ایسی آبادی ہے جو بعض رشتوں مثلاً زبان، ادب، افکار اور رسم و رواج کی بنا پر کچھ اس طرح متحد ہو کر خود کو ایک مربوط وحدت محسوس کرے اور جسے دوسری آبادیوں سے جو اس قسم کے رشتوں میں منسلک ہو ممیز کیا جا سکے۔"

ایک اور مفکر سیاسیات زمرن (ZIMMERN) کا خیال ہے کہ :-

"مذہب کی طرح قومیت بھی ایک داخلی نفسیاتی و دماغی کیفیت ہے یہ محسوس کرنے اور سوچنے کا ایک روحانی جذبہ ہے زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے۔"

رینان (RENAN) قومیت کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے :

"ایک ساتھ تکلیف و مصیبت برداشت کرنے، خوشی منانے اور امید کرنے کا جذبہ لوگوں کو ایک قومیت میں تبدیل کر دیتا ہے۔"

آئیے اب دیکھتے ہیں کہ مسلم قومیت کی بنیاد کن عوامل پر ہے، ہمارے نظریہ قومیت اور مغربی نظریہ قومیت میں فرق کیا ہے اور یہ کہ مسلم قومیت کا نظریۂ پاکستان کے ارتقاء میں کیا کردار ادا کر رہا ہے۔

اشتراکِ نسل قومیت کے عوامل میں سے ایک ہے لیکن خود مغربی مفکرین بھی اس پر مختلف آراء رکھتے ہیں مثلاً ہیز (HAYES) کہتے ہیں کہ "اگر نسلی اعتبار سے خالص ہونے کا تصور موجود ہے تو اس زمانے میں صرف غیر مہذب قبائل ہی دعوے کر سکتے ہیں"۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اس نسل پرستی نے عالمی امن کو تہس نہس کر کے بہت ساری تباہیاں اور خرابیاں پھیلائی ہیں۔

قومیت کے عوامل میں سے زبان و ادب کا اشتراک بھی ایک عامل ہے لیکن دنیا کے بیشتر ممالک میں ایک سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں، زبان و ادب کے اختلاف کے باوجود ان کی قومیت ایک ہے۔ پس زبان و ادب کا اختلاف قومی اتحاد کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ جہاں تک مشترکہ سیاسی و اقتصادی مفادات کا تعلق ہے، قومیت کی تشکیل میں ان کے اہم کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن سیاسی و اقتصادی مفادات کے اشتراک کا دار و مدار مخصوص آئیڈیالوجی پر ہے جو قومیت کی تشکیل میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔

اشتراکِ نسل، رہائش، زبان و ادب اور مفادات سے اہم عوامل مشترکہ تاریخی روایات • ثقافت اور مذہب ہیں یہ عوامل قدیم زمانے میں بھی قومیت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر چکے ہیں اور آج بھی ان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کچھ مفکرین کا خیال ہے کہ مذہب کو قومیت کی بنیاد بنانے سے تنگ نظری اور بغض و عناد کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ لیکن جو مذہب رواداری کا درس دیتا ہو اور عالمگیر ہونے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہو اس کے ہاں عقائد کا اختلاف قومی زندگی میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا۔ ہاں اگر مذہب انسانیت کو گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کرے اور اس کے پیروکار میانہ روی اور رواداری کی بجائے تنگ نظری اور انتہا پسندی کے جنون میں مبتلا ہوں اور دوسروں کو نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہوں تو ایسی قومیت پوری انسانیت کے لئے باعثِ خطرہ اور عالمی امن کی دشمن ثابت ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے اسلام، جیسا کہ نام بتاتا ہے امن و آشتی کا مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات عالمگیر ہیں، یہ ایک خاص زمانے، علاقے یا نسل کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے ہیں۔ قرآن پاک میں یَا اَیُّھَا النَّاس اور یَا بَنِیْ آدَم کے الفاظ ذہنوں میں وحدتِ انسانیت

کا تصور راسخ کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ اسی طرح دینِ اسلام کے ماننے والوں کو یَاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور یَاَیُّھَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ کہہ کر پکارا گیا ہے۔ ان میں نسلی یا طبقاتی تمیز روا نہیں رکھی گئی۔ کیونکہ قرآن پاک بڑے واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے:

یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ۔ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شعوب و قبائل محض اس لئے، بنایا کہ تم پہچانے جا سکو۔ بے شک تم میں بہتر وہ ہے جو پرہیزگار اور متقی ہو۔

پس اسلام کے نزدیک قبیلوں یا شعوب کا اختلاف اور تنوع محض باہمی تعارف و تعاون کا ایک ذریعہ ہے نہ کہ مقصود بالذات۔

اسلامی نظامِ فکر میں مذہب کے علاوہ قومیت کے جملہ عناصر محض عارضی اور ناپائیدار ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص اگر اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں آباد ہو جاتا ہے تو وہ وہاں کے مخصوص حالات اور طرزِ رہائش کی بنا پر رفتہ رفتہ اس ملک کے لوگوں میں ضم ہونے لگتا ہے۔ اس کے سیاسی اور معاشی تقاضے، طرزِ رہائش، ثقافت حتیٰ کہ زبان وغیرہ بھی بدل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کسی ایسے رشتے کو قومیت کی اساس قرار نہیں دیتا جو حالات کی تبدیلی کے ساتھ بدلتا رہے۔ درحقیقت اسلام میں قومیت کی اساس وہ عقائد ہیں جو زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہیں اور کوئی خارجی اثر ان میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا۔ مسلم قومیت رنگ و خون کے رشتوں سے بھی بالاتر ہے۔ ایک ہی ماں باپ کی اولاد کے عقائد اگر مختلف ہوں تو اسلام کے نزدیک ان کی قومیت علیحدہ ہو گی چہ جائیکہ وہ اکٹھے کیوں نہ رہ رہے ہوں۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر مذہب کے علاوہ دوسرے عوامل قومیت کو اوّلیت دی جائے تو قومیتوں کے اندر زمان و مکان کے اعتبار سے قومیتیں پیدا ہوں گی اور یہ لامتناہی سلسلہ اتحاد و یگانگت اور امن و چین کو لے ڈوبے گا۔

دورِ حاضر میں قومیت کے منفی اثرات کے پیشِ نظر مغرب میں بھی بین الاقوامیت کا پہلے سے زیادہ احساس ہونے لگا ہے تاکہ قومیں، قومیت کے تنگ و محدود دائرے سے نکل کر ایک دوسرے کے ساتھ

عالمی امن اور فلاح و بہبود کی کوششوں میں اشتراک و تعاون کریں۔ خیر امۃ کی حیثیت سے یہ ہمارا مقدس فریضہ ہے کہ ہم عالمی امن کے قیام کے سلسلے میں بھرپور تعاون کریں اور اس ضمن میں اسلام کی عالمگیر تعلیمات کو پھیلائیں۔ جس بین الاقوامیت کی ضرورت اور افادیت مغرب کو آج محسوس ہو رہی ہے اور نظر آتی ہے، اس کا نہ صرف تصور بلکہ عملی مظاہرہ اسلام آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل پیش کر چکا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام کا نظریہ قومیت جدید نظریہ بین الاقوامیت سے زیادہ مضبوط رشتوں پر استوار ہے۔

مسلم قومیت کے لئے ہمارے ہاں ملت یا امت کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے انسان خواہ کسی بھی نسل، علاقے، رنگ، زبان وغیرہ سے تعلق رکھتے ہوں اگر وہ خدا کی وحدانیت، رسالت اور اسلام کے عدل اجتماعی کے اصولوں پر یقین رکھتے ہیں تو ملتِ اسلامیہ کے فرزند شمار ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ملتِ اسلامیہ وہ آفاقی ملت ہے جو ہر قسم کی جغرافیائی نسلی، لسانی اور دیگر حد بندیوں سے آزاد اور بالاتر ہے۔ مسلمان چاہے کہیں بھی ہوں مشترکہ نظریۂ حیات، مشترکہ تہذیب و تمدن، تاریخ اور بنیادی اخلاقی قدروں کی وجہ سے وہ ایک روحانی رشتہ میں منسلک ہیں۔ یہی وہ جذبات و احساسات ہیں جو ملتِ اسلامیہ کے تصور کی بنیاد ہیں۔ ملت اسلامیہ کے اس تصور نے مسلمانوں کی سیاست پر تقریباً ہر زمانے میں بڑا گہرا اثر ڈالا۔

برصغیر ہند میں جب سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگا کر ان کی منزل "دو قومی نظریہ" کی روشنی میں متعین کی اور علامہ اقبال نے اس نظریے کی بنیاد پر علیحدہ مسلم ریاست کا تصور پیش کیا تو وہ تصور اشتراک نسل، زبان، علاقہ وغیرہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ خالصتاً اسلامی فلسفۂ حیات کی بنیاد پر پیش کیا گیا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے نام اپنے خطوط میں اقبال نے اس بات پر مسلسل زور دیا کہ مسلمانوں کے لیے معاشی مسئلہ اتنی اہمیت کا حامل نہیں جتنا اُن کے مخصوص مذہبی اقدار کے تحفظ کا ہے۔ قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے بھی یہی نعرہ بلند کیا کہ "مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور اپنی مخصوص صلاحیتوں کے ارتقاء کے لئے بالکل الگ اور آزاد فضا چاہتے ہیں۔" یہ نعرہ آپ کی سیاست کا محور اور مسلمانوں کی آرزوؤں کا مقصد تھا۔

آپ نے مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کے نعرہ کی یوں وضاحت کی:۔

"ہم کہتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ لفظ قوم کی کسی تعریف اور امتحان کی رو سے مسلمان اور ہندو دو بڑی قومیں ہیں، ہم دس کروڑ افراد کی ایک قوم ہیں اور مزید برآں ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کی اپنی مخصوص ثقافت، تمدن، زبان اور ادب، آرٹ اور صناعی، نام اور ناموں

کا سلسلہ، قدروں کا معیار اور توازن، اخلاقی اور قانونی نظام، رسوم و رواج، کیلنڈر، تاریخ اور روایات، فطری صلاحیتیں اور مقاصد ہیں۔ مختصراً زندگی کے متعلق ہمارا مخصوص نظریہ ہے اور ہم اسے ایک مخصوص انداز میں دیکھتے ہیں۔ بین الاقوامی قانون کے تمام اصولوں کے مطابق ہم ایک قوم ہیں۔"

اسلام، اسلامی نظام کے احیاء کے علاوہ کوئی اور فلسفہ کوئی اور اِزم مسلمانانِ ہند کو نہ تو متحد کر سکتا تھا اور نہ اس کی صلاحیت رکھتا تھا۔ بانیانِ پاکستان اچھی طرح جانتے تھے اور مسلمانوں کو بھی علم تھا کہ جس نئی مملکت کے وہ شہری بنیں گے اس میں اسلام ہی وہ واحد روحانی رشتہ ہوگا جو انھیں متحد رکھے گا۔ لہٰذا وہ جذباتی نعرے نہیں لگا رہے تھے بلکہ دل سے چاہتے تھے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی مملکت ہو۔ تاکہ دنیا کو بتایا جا سکے کہ اسلام قصۂ پارینہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ ایک جامد مذہب۔ بلکہ یہ ایک متحرک (DYNAMIC) نظامِ حیات ہے جس کے اصول عالمگیر ہیں۔

بے جا نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے ممالک اور قوموں کے برعکس پاکستان نے کسی قومیت کو جنم نہیں دیا بلکہ خود مسلم قومیت کے تصورِ مملکت خداداد پاکستان کو جنم دیا۔ قیامِ پاکستان مسلم قومیت کا آغاز نہیں بلکہ نچوڑ ہے۔ مسلمانانِ ہند پہلے ہی سے رسولِ اکرمؐ کی پیش کردہ تعلیمات کی رُو سے اپنے آپ کو عالمگیر اسلامی برادری کے ارکان سمجھتے تھے جن کا مخصوص فلسفۂ حیات، اندازِ فکر، اخلاقیات، تہذیب و تمدن اور معاشرتی نظام دوسرے لوگوں سے الگ ہے۔

چونکہ نظریہ پاکستان کے ارتقاء میں مسلم قومیت نے اہم کردار ادا کیا ہے اور خود پاکستان مسلم قومیت کا ثمر ہے، لہٰذا مسلم قومیت کے علاوہ ہمارے ہاں کسی اور قومیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہماری قومیت کا واحد عامل مذہب ہے اور چونکہ ملک کے چاروں صوبوں کے رہنے والے مسلمان ہیں لہٰذا پاکستان میں ایک ہی قومیت کے فرزند ہیں اور ان کی قومیتوں کا قومیت کی کسی بھی مستند تعریف کی رُو سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مذہب کی بنیاد پر ہماری قومیت دُنیا کے لئے باعثِ زحمت نہیں بلکہ باعثِ رحمت ہے۔ رسولِ اکرمؐ کا یہ قول ہمارے لیے آج بھی مشعلِ راہ ہے۔

الخلق كلهم عيال الله فاحبهم اليه انفعهم لعياله ٥

ترجمہ: ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ پس اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ فائدہ پہنچائے۔